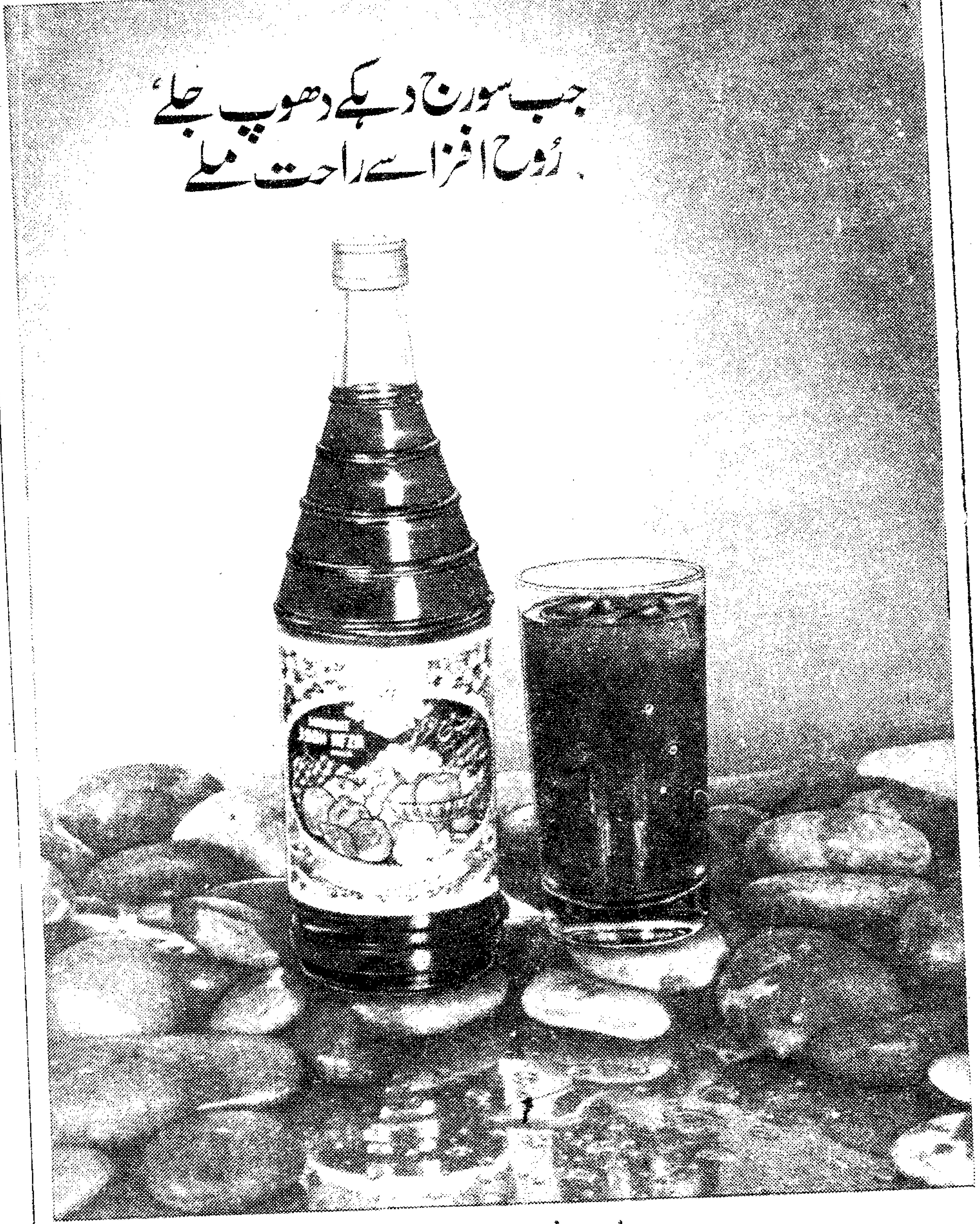

مشروبِ مشرق رُوح افزا اپنے منفرد خواص کی بدولت
نظامِ حرارت و برودت میں توازن اور اعتدال پیدا کر کے گرمی کی شدّت اور بے چینی سے محفوظ رکھتا ہے،
جسم و جان کو ٹھنڈک پہنچا کر پیاس بجھاتا ہے اور تسکین بخشتا ہے۔

رُوح افزا مشروبِ مشرق

ہمدرد
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

آوازِ اخلاق
اخلاق عملاً مذہب ہے اور مذہب اصولاً اخلاق ہے۔

Adarts HRA-5/84

تحریک شاہ ولی اللہ و سیّد احمد شہیدؒ

کے بنیادی خدوخال

شمالی بہار کی مشہور عربی و اسلامی درس گاہ "دارالعلوم احمدیہ سلفیہ" کے زیر اہتمام جلسہ مذاکرہ علمیہ کا پچیسواں اجلاس ۲۴ تا ۲۶ مارچ ۱۹۸۴ء کو مشہور عالم دین اور محقق مولانا عبد الصمد شرف الدین کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس میں ملک کے متعدد علماء کرام نے شرکت کی۔ علاقہ کے عوام کی ایک بڑی تعداد تقریروں اور مواعظ سے مستفید ہوئی۔ مدرسہ کے ۱۹۷۶ سے ۱۹۸۳ء تک کے فارغ ہونے والے ۱۰۵ علماء اور ۱۹ حفاظ کی دستاربندی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے دست مبارک سے ہوئی۔ حضرت مولانا ہی کے ہاتھوں مسجد کی تعمیر جدید اور توسیع کے لئے سنگ بنیاد رکھا گیا۔ حضرت مولانا نے اس موقع پر نئے فارغ ہونے والے علماء کو خصوصی خطاب فرمایا۔ جو یہاں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی نبینا محمد عبدہ ورسولہ وازواجہ وذریاتہ واهل بیتہ اجمعین ومن اتبعهم باحسان ودعا بدعوتهم الی یوم الدین۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخیرات باذن اللہ۔

حضرات اساتذہ کرام اور عزیز طلبہ! میں دو باتیں بتانا چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ بچپن سے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ گھٹی میں جن لوگوں کے نام محبت و عظمت کے ساتھ پڑے اور یہ کوئی مبالغہ نہیں کہ واقعی گھٹی میں پڑے، ان میں حضرت سید احمد شہید اور ان کے یاران باتمیز، مجاہدین باصفا کے علاوہ کہ یہ تو گھر کی چیز تھی۔ حضرت مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب کا نام ہے اور جب پڑھنے لکھنے لگا تو مولانا عبد العزیز صاحب کا نام اس میں شامل ہوا۔

حضرت مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب کا ہمارے خاندان سے بڑا قریبی تعلق رہا ہے۔ ہمارے جد مادری سید

ضیاالنبی صاحب جو حضرت سید صاحب کے سلسلہ کے آخری بزرگوں میں سے صاحب نسبت و صاحب باطن تھے۔ ان کے پاس وہ آیا کرتے تھے اور خود میرے گھر میں جو انقلاب آیا وہ حضرت مولانا ابراہیم صاحب کی تقریر سے آیا میری والدہ سناتی تھی کہ ہمارے خاندان میں جدید تعلیم کا رواج تھا۔ میرا ددیہال الحمدللہ خالص مولویوں کا خاندان ہے۔ اور اس میں جائداد و زمین نہ ہونے کے برابر ہے لیکن میرے نانیہال کا بڑے زمینداروں میں شمار ہوتا تھا اور اگرچہ بزرگوں کے اثرات چلے آرہے تھے لیکن پھر بھی ہر چیز اپنا ایک اثر رکھتی ہے۔ اذا ثبت الشئی ثبت الشئی بلوازمہ زمینداری آئی اور بڑی زمینداری آئی اور میں یہ بھی عرض کردوں کہ اس کا شجرۂ نسب بہار سے جاملتا ہے اور آپ ہی کے قریب کے ضلع مظفرپور سے جاملتا ہے۔

میرے جد مادری، میری والدہ کے حقیقی دادا مولوی سعیدالدین صاحب رائے بریلوی جو سید صاحب سے بیعت کا تعلق رکھتے تھے وہ یہاں رہے۔ انہوں نے وکالت کی احتیاط کے ساتھ جو اس زمانہ میں ممکن تھی۔ اس سے جائیداد پیدا کی مظفرپور میں۔ میں جب مظفرپور سے گزر رہا تھا مجھے بچپن سے یہ بات معلوم تھی تو وہ یاد تازہ ہوگئی۔ ہم نے مظفرپور کا نام شروع سے سنا تھا تو زمینداری کے سوادبڑے لیکن مولانا ابراہیم کی تقریر سے دنیا بدل گئی۔

مولانا محمد ابراہیم صاحب ان لوگوں میں تھے جو عمل بالحدیث کے ساتھ تعلق مع اللہ اور نسبت باطن رکھتے تھے اور یہ خصوصیت خاندان صادق پور کی ہے اور صادق پور کا سلسلہ سید صاحب کی تحریک سے جاملتا ہے۔

۱۔ حضرت سید صاحب کی تحریک چار چیزوں سے جامع تھی۔

۱۔ توحید خالص۔ "الا للہ الدین الخالص"

۲۔ اتباع سنت۔ آپ پڑھئے مولانا ولایت علی کے حالات۔ مولانا یحیٰی کے حالات اولیائے متقدمین کے حالات آپ کو نظر آئیں گے۔ تزکیہ نفس اور تقوی کا تذکرہ جو آپ کتابوں میں پڑھتے ہیں۔ ان کی زندگی میں آپ کو نظر آئے گا۔ میں سچ کہتا ہوں ان کی سیرت پڑھنے سے آپ کی نمازوں کی کیفیت بدل جائے گی۔ میں نے خود اس کا بارہا تجربہ کیا ہے

۳۔ نسبت مع اللہ۔ دوام ذکر۔ اور خدا کے ساتھ ہر وقت تعلق۔

۴۔ اعلاء کلمۃ اللہ جو اگر کبھی جہاد بالسیف کا تقاضا کرے تو جہاد بالسیف۔ جہاد و قتال میں جو نسبت ہے عموم و خصوص کی۔ اہل علم جانتے ہیں قتال اخص ہے جہاد سے، جہاد کبھی کبھی قتال کی نوع میں ظاہر ہوتا ہے اس وقت وہی افضل جہاد ہوتا ہے لیکن جہاد اس سے وسیع ہے وہ بغیر سیف کے بھی ہوتا ہے۔ اور مدتوں ہوتا رہتا ہے۔ یہ سب جہاد میں شمار ہوتا ہے۔ غرض ان چار چیزوں کا مجموعہ تھی سید احمد شہید کی جماعت۔

میں نے دیوبند کے جشن صد سالہ میں الفاظ کے تھوڑے اختلاف کے ساتھ یہ بات کہی کہ ان جماعتوں کو

جن کا تعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی جماعت سے ہے اور حضرت سید صاحب کی جماعت سے خواہ وہ جماعتیں اہلحدیث حضرات کی ہوں یا ان میں سے ہوں جو اپنے کو دیوبندی کہلاتے ہیں۔ ان سب جماعتوں کو ہمیشہ یہ احتساب کرتے رہنا چاہئے کہ ہم اس سے منحرف تو نہیں۔ یا خدانخواستہ ہم اس سلسلہ میں افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کے مرتکب تو نہیں ہو رہے ؟ یا ہم نے ایک جزء کو پکڑ لیا اور دوسرے جزء کو چھوڑ تو نہیں دیا ؟ یہ اسلاف کی امانت ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اس وقت کی پیش کی گئی رپورٹ میں اس کی طرف بلیغ انداز میں اشارے بھی کئے گئے۔ تو میں ایک بات عام جماعتوں سے یہ کہتا ہوں کہ سید صاحب کی جماعت کی یہ جو چار خصوصیات تھیں۔ توحید خالص۔ اور اتباع سنّت کا خاص رنگ۔ یعنی احادیث کا تتبع اور ان پر عمل کرنے کی کوشش۔ اس میں آپ میں اور متبعین سنت کے دوسرے گروہوں میں لون کا تھوڑا سا فرق تو ہو سکتا ہے ! اہتمام کا فرق تو ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ سب اتباع سنّت کے قائل ہیں۔ عامل ہیں اور اس کے لئے کوشاں ہیں۔ اور تیسری چیز تعلق مع اللہ ہے یعنی عوام کے تعلق سے کچھ زیادہ تعلق، ایک طرح کا تعلق اور عمومی ولایت عامہ حاصل ہے۔ لیکن اللہ کے خصوصی ولایت عامہ حاصل ہے۔ لیکن اللہ کے ساتھ خصوصی ولایت اور اس کے ساتھ محبت جیسے قرآن میں کہا گیا ہے۔

ویحبھم ویحبونہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اور کہا گیا۔ وَالذین اٰمنوا اشد حبا للہ

سُن لیجئے ! میں ایک مورخ اور اس جماعت کے ایک امین کی حیثیت سے آپ کو بتا رہا ہوں کہ یہ جو آپ کے اوپر دستار باندھی جا رہی ہے آپ کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ اس کے ساتھ کیا کیا چیزیں بندھ گئیں اور جو خصوصیات ذکر ہوئیں وہ ساری چیزیں اس دستار کے ساتھ باندھنے میں آگئیں اگر کوئی آنکھ دیکھنے والی ہو تو وہ دیکھ سکتی ہے۔ وہ ساری چیزیں اس دستار کے مشتملات اور مضمرات کی حفاظت کرتی ہے۔ اس دستار کے بندھنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ بالکل فارغ ہو گئے ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان چاروں چیزوں کے لئے آپ کو پوری زندگی وقف کرنی ہے۔ اور انہیں زندہ کرنا ہے۔ انہیں چاروں چیزوں کے ساتھ اللہ کا وہ مقبولیت کا معاملہ تھا انہی خصوصیات کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے متبعین میں وہ تاثیر اور کیمیا اثری رکھی تھی۔ کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔

میں ابھی مدراس گیا۔ وہاں میں نے " الذکر الجلی فی کرامات السیّد محمد علی الرامپوری " کا ایک نایاب نسخہ مجھے ملا۔ حضرت مولانا سید محمد علی صاحب، سید صاحب کے کبار خلفاء میں سے تھے۔ میں پڑھ کر حیران تھا کہ یا اللہ کیسی تاثیر ملی تھی۔ حضرت سید صاحب کو اور ان کی جماعت کے متبعین کو، اللہ اکبر۔ کلمہ نہیں نکل رہا ہے، انتقال ہو رہا ہے۔ سارا گھر پریشان ہے کوشش کی جا رہی ہے اور کلمہ نہیں نکل رہا زبان سے۔ حضرت مولانا سے ذکر کیا، انہوں نے کہا گھبرائیے نہیں۔ میں ابھی چلتا ہوں۔ بدعتیوں کا گھر ہے، آپ کے ساتھ بہت برا معاملہ کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا، کوئی بچہ ہے، اس گھر کا، اس کو بلا دیجئے۔ بچے کو بلایا اور کہا کہ دیکھو۔ سرہانے کھڑے ہو کر یہ

یہ الفاظ کہو۔ ان الفاظ کا کہنا تھا کہ زور زور سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے لگے۔ سارا گھر گونج گیا لوگ حیران تھے کہ کیا وجہ ہے؟ لکھا ہے کہ جو لوگ وہاں موجود تھے کہنے لگے کہ دیکھو جو لوگ صحیح سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں ان کا خاتمہ کس طرح ہوتا ہے۔ دیکھو ہم اس طرح کلمہ پڑھتے ہیں۔ ہم اس طرح ایمان کی دعوت دیتے ہیں۔ جیسے ایک ہوا چل گئی ہے۔ انقلاب عظیم آیا گیا۔ معاصی سے نفرت بدعات سے اجتناب۔ ابھی شرک سے توبہ کی ہے ابھی ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے۔ اور آن کی آن میں سے شرک سے گھن آنے لگی۔ کہ جو کسی گندی سے گندی چیز سے آتی ہے۔ یہ سب ان چار چیزوں کے اجتماع کا اثر تھا۔ اور اصل بات یہ کہ اللہ کو ان سے کام لینا تھا۔

تو عزیزو! ایک بات تو یہ ہے کہ اس دستار کا یہ مطلب نہیں کہ پڑھنے پڑھانے بیٹھ جاؤ بلکہ ان خصوصیات کو پوری ملت اسلامیہ کی طرف منتقل کرو۔ میں دینی جماعتوں اور ان کی تاریخ اور ان کی تاثیر سے بیگانہ نہیں ہوں۔ ع

"بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے"

میں نے بہت سی سیاسی جماعتیں دیکھی ہیں لیکن واللہ اس جماعت جیسی تاثیر میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ یہ تاثیر اور مقبولیت توحید خالص اخلاص اور اتباع سنت کا کرشمہ تھی۔ عزیزو! تم اس کی کوشش کرو۔ کہ اس کا کوئی حصہ تمہیں بھی ملے ع

"اس میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے"

ان کی محبت اور ان کے مشن کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ جتنے مدرسے اور مسلک ہیں یہ پڑھنے پڑھانے کے کارخانے نہیں ہیں۔ حضرت سید سلیمان ندوی نے مولانا گیلانی سے کہا تھا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ حضرت مولانا نانوتوی نے اس مدرسہ کو پڑھنے پڑھانے کے لئے قائم کیا تھا۔ یہ چھاؤنی تھی چھاؤنی۔ جب ۱۸۵۷ء میں ہم نے سیاسی طور پر شکست کھائی۔ تو ہم نے اس کی تلافی کے لئے قلعے بنائے۔ یہاں سے تیار ہو کر فوج نکلے گی جو ملت اسلامیہ کو بچائے گی۔ جو زمین قبضہ سے نکل گئی ہے وہ زمین واپس لائے گی۔

باتیں تو کہنے کی بہت سی ہیں لیکن میں آپ سے ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں خدا کرے کہ اپنے اصلی اور صحیح رنگ میں سمجھی جائے وہ یہ کہ ہر دور میں جاہلیت اپنے آشیانے بناتی ہے۔ کبھی شرک اپنا آشیانہ بناتا ہے۔ لیکن اس زمانہ کے اہل نظر پر اللہ تعالیٰ یہ بات منکشف کرتا ہے۔ کہ جاہلیت کی چڑیا اس آشیانہ میں چھپی ہوئی ہے جیسا کہ قصوں میں کہا جاتا ہے کہ فلاں جن کی روح چھپی ہے اس چڑیا کے اندر جو سات قلعوں کے اندر ہے۔ پھر ان قلعوں کے بعد ایک آشیانہ ہے اور اس آشیانہ میں ایک چڑیا ہے اس کے اندر جن کی روح چھپی ہوئی ہے اس طرح جاہلیت کبھی کبھی کسی چیز کو اپنا ہدف اور نشانہ بنا لیتی ہے۔ اور اس میں چھپ جاتی ہے اور ابتلائے عام ہوتا ہے کہ لوگ اس کے شکار ہیں

آجاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کوئی ایسا درخت تھا جس سے لوگوں کے عقائد خراب ہو رہے تھے اور وہ شرک کا مظہر بن گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے کٹوا دیا۔ یہاں تک کہ دل پر پتھر رکھ کر بیعت رضوان کے درخت کو کٹوا دیا۔ اور توحید کا یہی تقاضا سمجھا اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ طائف کا وہ بت جسے لوگ گرانے سے ڈر رہے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو گرانے کے لئے بھیجا۔ اور کہا کہ مجھے اس کے گرانے کی بشارت دینا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اسی طرح سے ہر زمانہ میں کچھ بت ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جن سے کام لینا چاہتا ہے ان کی نگاہیں کھول دیتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے زمانہ میں وحدت الوجود کی شکل اختیار کر لی تھی۔ ہمہ اوست کی جو آخری شکل ہو سکتی ہے حضرت مجدد صاحب نے اس کو ہدف بنایا اور اس کو کمزور کر کے دم لیا۔ اس وقت سے وہ اپنی طاقت کھو چکا ہے۔ بدعات حسنہ کا ایک فتنہ تھا۔ جس چیز کو چاہا کہہ دیا کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔ اور یہ کہ صاحب بدعت کی دو قسمیں ہیں ۱۔ بدعت سیئہ ۲۔ بدعت حسنہ۔

حضرت مجدد صاحب نے کہا کہ جب اللہ کے رسولؐ نے کہہ دیا کہ "کل بدعۃ ضلالۃ" تم کون ہوتے ہو کہ یہ کہو بعض البدعۃ حسنۃ و بعض البدعۃ سیئۃ۔ انہوں نے کہا مجھے صاف نظر آتا ہے کہ بدعت دافع سنت ہے۔ بدعت آتی ہے تو اپنی جگہ بنا لیتی ہے۔ اسی طرح سے حضرت شاہ ولی اللہ کا دور آیا تو انھوں نے بھی دیکھا کہ ان بدعتیوں میں شرک پناہ لے رہا ہے اور ان جگہوں سے لوگوں کے عقائد خراب ہو رہے ہیں۔ وہ جاہلیت میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ اور فوراً ان پر پوری ضرب لگائی۔ ایک عام بات تو یہ دیکھی کہ بہار اور کلکتہ میں جگہ جگہ امام باڑے گرائے جاتے تھے۔ اور راسی کا پلاؤ کھلایا جا رہا تھا۔ ان حضرات نے تعزیے کی کھپچیوں سے کمر بند ڈالنے والی لکڑی کا کام لیا۔ کوئی پوچھے کہ صاحب ان باتوں سے کیا فائدہ؟ فائدہ یہ کہ یہ حضرات سمجھتے تھے کہ اس وقت اشارہ الٰہی کیا ہے۔ اور اس وقت کا فتنہ کیا ہے۔ پھر ایک وقت وہ آیا جب معقولی علماء اور اطراف لکھنؤ کے بعض فقہا نے کہا کہ حج کے بارہ میں قرآن میں ہے:۔

"من استطاع الیہ سبیلا" شرط یہ ہے کہ امن ہو راستہ کا۔ امن نہیں ہے سمندر کا سفر ہے۔ بادبانی جہاز میں پرتگیزی حملہ کرتے ہیں۔ اس لئے اب ہندوستانی مسلمان کے ذمہ سے حج ساقط ہو گیا ہے۔ اس فتنہ نے اتنا طول کھینچا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے پاس لکھنؤ کی سرائے سے مفتی فیض الدین صاحب نے خط بھیجا۔ اور میں نے اس کا جواب پڑھا ہے کہ صاحب یہاں دو آدمی آئے ہوئے ہیں۔ ایک کا نام مولانا عبدالحیٔ صاحبؒ بڑھانوی ہے اور دوسرے کا نام مولوی اسماعیل دہلویؒ ہے۔ یہ لوگ فتویٰ دیتے ہیں کہ حج کی فرضیت اسی طرح قائم ہے اور ہم کیا کریں کہ یہ لوگ کس پائے کے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز نے بڑے جوش میں آ کر تحریر کیا ہے کہ مولوی عبدالحیٔ

تو شیخ الاسلام ہیں اور مولوی اسماعیل صاحب حجۃ الاسلام ہیں۔ اور ان دونوں کو مجھ سے کسی چیز میں کم نہ سمجھو۔ اور فقہ و حدیث میں یہ لوگ بالکل میرے مساوی ہیں اور ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے۔ اس کا میں شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ اور یہ لوگ جو کچھ کہیں تم اس کو اختیار کرو اور وہی شریعت کا حکم ہے۔

پھر حضرت سید صاحب نے اعلان فرمایا کہ ہم حج کو جاتے ہیں۔ پیسہ وغیرہ کچھ پاس نہیں تھا۔ جب ندی پار کی تو گیارہ روپے تھے۔ اپنے بھانجے سید عبدالرحمن سے جو خادم تھے۔ پوچھا کہ عبدالرحمن کتنے روپے ہیں۔ کہا، کہ گیارہ روپے۔ کہا کہ جاؤ اعلان کرو جس کا جی چاہے چلے۔ خرچ کے ہم ذمہ دار ہیں۔ لیکن محنت بھی کرنی پڑے گی۔ مزدوری بھی کرنی پڑے گی۔ پیسہ جب ختم ہو جائے گا تو ہم مزدوری کریں گے۔ لیکن حج کو ضرور جائیں گے۔ چاہے کتنے سال لگ جائیں تو سات سو کے قریب آدمی جمع ہو گئے۔

حضرت سید صاحب نے شاہ اسمٰعیل شہید اور مولانا عبدالحی صاحب سے خط لکھوائے، سہارنپور وغیرہ خط لکھوائے اور مولانا عبدالحی صاحب کی اہلیہ آئیں۔ شاہ اسماعیل شہید کے بھی اعزہ آئے اور حالت یہ کہ اس وقت صرف گیارہ روپے موجود ہیں۔ ہمارے گھر کے سامنے جو ندی بہتی ہے جب اسے پار کیا تو پوچھا کتنے پیسے ہیں۔ کہا گیارہ روپیہ۔ کہا اچھا یہ بھائی جو پہنچانے آئے ہیں ان کو رخصت کر دو۔ پھر اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی تو بھائی اگر معتبر ذرائع نہ ہوں اور تواتر کے ساتھ وہ بات نہ پائی گئی ہوتی تو آدمی کا یقین کرنا مشکل۔ بعض بعض شہر تو ایسے تھے کہ وہاں یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہاں کوئی مسلمان بیعت سے خالی نہیں۔ یہاں تک کہ ہسپتال کے مریضوں تک نے کہلوایا کہ ہم تو محروم رہے۔ یہاں تشریف لائیے اور ہمیں بیعت و توبہ کرائیے۔

کھانے کی یہ حالت تھی کہ الہ آباد میں اتنا کھانا بچتا اور گنگا میں اس قدر کھانا ڈالا جاتا کہ وہاں برہمن جو نہانے جاتے تھے ان کے نہانے کا مسئلہ پیش آ گیا کہ نہائیں کیسے؟ سارا کنارہ سرخ ہو گیا۔ تیل اور گھی بہتا ہوا نظر آتا تھا انہوں نے حج کیا، کہیں مزدوری کی ضرورت پیش نہ آئی۔ انہوں نے اس وقت انتخاب کیا کہ اگر اس میں تساہل برتا گیا تو حج میں روز بروز سستی آنا شروع ہو جائے گی اور حج کا فریضہ بالکل معطل ہو کے رہ جائے گا۔ انہوں نے اس کی فرضیت کا فتویٰ دیا۔ اعلان کر دیا۔ گیارہ جہاز کلکتہ سے کرایہ کئے اور یہ سات سو آدمیوں کا قافلہ وہاں سے گیا اور حج کر کے آیا۔

ہمارے علم میں اجتماعی طور پر جب سے اسلام آیا اتنا بڑا حج نہ کسی بادشاہ نے کیا تھا اور نہ کسی شیخ طریقت نے اور نہ کسی عالم دین نے۔ اور کلکتہ میں یہ حال ہوا کہ شراب خانے جو تھے ان کی بکری بند ہو گئی۔ انہوں نے شکایت کی کہ ایک بزرگ آئے تھے ان کی وجہ سے مسلمانوں نے شراب پینی چھوڑ دی ہے ہم رات تکتے رہتے ہیں کوئی بھول کر نہیں آتا۔

پھر ایک وقت آیا کہ سید صاحب نے محسوس کیا کہ ایک بڑی کمزوری پیدا ہو گئی ہے کہ ابھی ۲۵ برس کی عمر میں ۳۰ برس کی عمر میں عورت بیوہ ہو گئی۔ اور اب وہ پوری عمر اسی طرح گزار دے گی۔ سید صاحب نے بیوہ کی شادی پر ابھارا۔ مجھے ان کے نام معلوم ہیں جنہوں نے عقد ثانی کی ہمت کی ہندوستان چھوڑ کر چلا جانا پڑا۔ حجاز ہجرت کر گئے شریفوں کے خاندان کے۔ علما کے خاندان کے۔ سید صاحب نے خود کہا کہ مجھے کوئی ضرورت نہیں لیکن میں اپنی بیوہ بھاوج سے نکاح کرتا ہوں۔

مولانا عبدالحیٔ بڑھانوی صاحب نے مسجد میں وعظ کیا اور کہا کہ سید صاحب کے ذریعہ ساری سنتیں زندہ ہو رہی ہیں۔ صرف ایک سنت رہ گئی ہے۔ سید صاحب ایسے جھک کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ آپ فرمایئے میں ابھی کرتا ہوں اور باہر نکلے اور گھر میں جا کر اسی وقت کہا اور نکاح کیا اور اس کے بعد خطوط لکھے اور اس کے بعد یہ سنت بھی زندہ ہو گئی۔

یہ سنت اس وقت بھی زندہ نہیں ہے لیکن الحمدللہ مردہ بھی نہیں ہے اور اب عار کی بات نہیں سمجھی جاتی جیسا کہ پہلے سمجھی جاتی تھی۔ جب مولانا محمد علی صاحب لاہوری مدراس گئے تو معلوم ہوا کہ یہاں کے مسلمان (بھائی صاحب یہاں میں کوئی سیاسی بات نہیں کر رہا ہوں محض ایک تاریخی واقعہ سنا رہا ہوں کوئی صاحب کوئی اور بات محفوظ نہ رکھیں۔) گائے کا گوشت کھانے سے بہت بچتے ہیں کہ گوشت کھانے سے فلاں دیوتا (اس کا نام مجھے یاد نہیں رہا) ناراض ہو جائے گا۔ اور اس کی وجہ سے گھر میں کوئی موت ہو جائے گی۔ بے برکتی ہو گی۔ کوئی مسلمان گائے کے گوشت کو ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ جو لوگ وعظ سنتے تھے ان کے مواعظ سے متاثر تھے۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت تھے۔ سب کو دعوت دی اور گائے کے کباب پکوائے اور کہا کہ اس کو کھانا ہو گا۔ کھا کر دیکھو کچھ ہوتا ہے کہ نہیں اب کوئی عالم کہے کہ صاحب کیا تکلیف مالایطاق ہے۔ یہ فلاں گوشت کھایا جائے اور فلاں گوشت نہ کھلایا جائے۔ یہ کہاں ہے۔ فقہ کی کس کتاب میں ہے۔ لیکن جو صاحب بصیرت ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہاں اسے تم حرام کرنے والے کون؟

اسلام اس وقت تک قائم نہیں ہوتا جب تک پوری شریعت اور مکمل اسلام پر عمل نہ ہو۔

یاایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ جس چیز کو اللہ نے جائز کیا اسے تم حرام کرنے والے کون؟
لم تحرم ما احل اللہ لک۔ بنی اسرائیل نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت حرام کیا تو اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر حرام ہی کر دیا۔

میں خود مدراس سے آ رہا ہوں۔ سید صاحب بھی بعد میں گئے۔ کہیں نہیں سنا کہ لوگ گائے کا گوشت کھانے سے ڈرتے ہیں۔ دل سے وہ خوف نکل گیا۔ وہ خوف نہیں تھا شرک جلی تھا۔ شرک جلی کو ختم کیا۔

میرے عزیزو! اور دوستو!! حدیث شریف میں آتا ہے کہ

یرث هذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاهلین

تجربہ کے طور پر عام سامعین کے لئے بتاتا ہوں۔ کہ اس علم کے حامل ہر زمانہ کے عادل لوگ ہوں گے مقبول ومتوازن لوگ ہوں گے۔ عدل کا لفظ قرآن وحدیث کی زبان میں بہت جامع لفظ ہے۔ صرف انصاف کے معنی میں نہیں۔ اس کے حامل ہوں گے ہر زمانہ کے عدول، جو اس سے دور کریں گے غلو پسند لوگوں کی تحریف کو۔ اور باطل پرستوں کی غلط نسبت کو اور دعووں کو۔ اور جاہلوں کی تاویلات کو۔ ہر زمانہ کے علماء کا فرض ہے کہ اپنے زمانہ کے ان آشیانوں کو تلاش کریں۔ ان پناہ گاہوں کو تلاش کریں جہاں جاہلیت اور کفر پناہ لے رہے ہیں۔ اور اس پر خاص طور پر ضرب لگائیں۔ یہ وقت کا جہاد ہے۔ وقت کی تبلیغ ہے اور انبیاء علیہم السلام کی نیابت ہے۔ مثلاً آپ کو معلوم ہو جائے کہ فلاں درخت مقدس مانا جاتا ہے۔ اور اس میں کوئی نیر یا ندھ دی جائے جیسا کہ ہم نے بعض علاقوں میں سنا ہے کہ لوگ عرضیاں لٹکاتے ہیں جیسا کہ شیعوں کے یہاں دستور ہے۔ کہ عرضیاں لٹکاتے ہیں کسی درخت یا کسی چیز پر۔ تو اس زمانہ کے حاملین کا یہ فرض ہوتا ہے۔ کہ صاف صاف اس پر نکیر کریں۔ اور صاف صاف عوام کو اس سے آگاہ کریں جیسے سید سالار مسعود غازی کے جھنڈے۔ اور کہیں کچھ ہوتا ہے کہیں کچھ ہوتا ہے۔

ہم جس سے منسوب ہیں۔ مجدد الف ثانی سے لے کر حضرت مولانا عبدالقادر جیلانیؒ اور پھر شاہ ولی اللہ صاحبؒ سید صاحبؒ اور شاہ اسماعیلؒ صاحب ان کا یہی دستور تھا۔ کہ انہوں نے جہاں جہاں دیکھا کہ شرک یہاں پر چھپا ہوا ہے۔ شرک وہاں سے حملہ کر رہا ہے یا اس نے منفذ بنایا ہے۔ اس نے گویا زیر زمین ایک سرنگ بنائی ہے اور ہمیشہ زیر زمین کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بالائے زمین وہ پل بنا دیتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ چل کر گھروں تک پہنچ جاتا ہے اور شرک جلی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ "کفر بواح" میں مبتلا کر دیتا ہے۔ شرک کی تو تاویل ہی نہیں ہو سکتی۔ اس وقت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے (اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے) تقویۃ الایمان لکھی تقویۃ الایمان معمولی حالات میں نہیں لکھی۔ اور اس نے ہلا کر رکھ دیا۔

لوگ تو اب ایسے پیدا ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں کتاب شاہ صاحب کی ہے ہی نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں شاہ صاحب کی بھی اور مسلک کی بھی اور اپنی جماعت کی بھی خدمت ہے۔ کہ چلو چھٹی ملی۔ بالکل غلط۔ تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ کتاب حضرت شاہ صاحب کی ہے۔ اور ایک ایک لفظ کے وہ ذمہ دار ہیں۔ اور وہ تو خیر مصنف ہیں۔ ہم اس کی ذمہ داری لیتے ہیں۔

ہمارے یہاں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے اتباع سنت اور علم میں بڑھ کر کون ہو گا۔ سب نے ان کو مان لیا۔ انہوں نے کھل کر حمایت کی تقویۃ الایمان کی۔ اور ساری ذمہ داری اپنے اوپر لی اور کہا کہ ہم اسی

مسلک پر ہیں اس میں جو کچھ ہے سب صحیح ہے اور ایک بار اپنی مجلس میں کہا کہ مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ دو لاکھ (یا کتنے لاکھ بتایا -) آدمی کے عقائد اس کتاب سے درست ہو گئے اور ان کی اصلاح ہو گئی۔ اس کے بعد کچھ ہوا ہو کوئی نہیں جانتا۔

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اسی بصیرت کی بنا پر اور اس کے لئے بصیرت تو کیا بصارت بھی کافی ہوتی ہے۔ کھلی آنکھوں دیکھ رہے تھے کہ کیا ہو رہا ہے۔ مزارات پر کیا ہو رہا ہے۔ ہندوستان میں کیا ہو رہا ہے درگاہوں پر کیا ہو رہا ہے۔ لوگ کیسے کیسے عقیدے لئے بیٹھے ہیں۔ جو کھلا ہوا شرک ہے۔ تو تقویۃ الایمان لکھی۔ کسی نے کہا کہ بتدریج لکھئے۔ کہنے لگے کہ میں جہاد میں جا رہا ہوں اور اگر مجھے اطمینان ہوتا کہ میں وہاں زندہ بچ کر آؤں گا تو میں اس کو تدریج کے ساتھ بیان کرتا۔ اور اس کو ہلکا کرتا۔ لیکن مجھ کو اس کا بھروسہ نہیں۔ اس لئے میں تو سب کو ایک مرتبہ کہہ دینا چاہتا ہوں اور لکھ دینا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب سے جتنا فائدہ پہنچایا۔ میرے علم میں بہت کم اس طرح کی کتابیں ہیں۔ جن سے اتنا فائدہ پہنچا ہو یہ آپ لوگ سمجھیں اچھی طرح۔

اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ کسی طریقہ سے جس راہ سے شیطان حملہ کرے۔ عام آبادی پر اور مسلمانوں پر۔ اور جس میں وہ کامیاب ہو جائے۔ اور ایسا کامیاب ہو کہ دیندار لوگ بھی اس کے زخم خوردہ ہوں تو عزیمت کا کام یہ ہے کہ اس زمانہ میں اس کا انتخاب کر کے اس کے خلاف صف آرا ہو۔ ہمارے بزرگوں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ صف آرا ہو جاتے تھے وہ اعلان کے ساتھ میدان میں آتے تھے۔ اور کہتے تھے ہمیں جو کرنا ہے کرو۔ ہمیں یہ کرنا ہے ہمیں تو یہ مہم چلانی ہے۔ اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ ان چیزوں کو تلاش کریں۔

ان چیزوں میں سے ایک چیز تو اس وقت بہت عام اور ایسی ہو گئی ہے۔ کہ میں سمجھتا ہوں کہ علماء میں نہیں بلکہ اللہ نے جنہیں ذرا بھی توفیق عطا فرمائی ہے ان کو کم سے کم برائت الذمہ کے لئے اللہ کے یہاں جواب دہ نہ ہوں۔ ان کے خلاف کچھ نہ کچھ آواز اٹھانی چاہئے۔ وہ ہندوستان کا فتنہ ہے۔ بہار میں وہ خاص نام سے جانی جاتی ہے۔ اور شاید میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ یہاں زیادہ ہے۔ لیکن یہاں بھی بہت ہے اور وہ ہے جس کو تلک کہا جاتا ہے اور بہار کے مسلمان اس کو سلامی کہتے ہیں۔ میں آپ سے صاف کہتا ہوں یہ وہ چیز ہے جس میں شیطان نے قلعہ بنایا ہے۔ شیطان نے انڈے اور بچے دئے ہیں اس آشیانے کے اندر اور یہ غضب الٰہی کو بھڑکانے والی چیز ہے۔ ایک شریف گھرانے سے۔ ایک بے گناہ اور معصوم عورت کے دل سے اگر آہ نکل گئی کہ یا اللہ جس ملک میں اتنے علماء ہوں۔ اتنے مدارس ہوں۔ اتنے واعظ ہوں۔ اتنے مصنف ہوں اتنے باحمیت مسلمان ہوں۔ وہاں یا تو ہماری جوانی ختم ہو۔ ہمارے والد۔ ہمارے ماں باپ منہ دکھانے کے قابل نہ ہوں۔ یا زہر کھا کر

مر جائیں۔ یا ہم گناہ میں مبتلا ہوں۔ اس کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ آج وقت کا جہاد یہ ہے کہ سب سے پہلے تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ میں سے اکثر کی شاید شادیاں نہ ہوئی ہوں۔ اگر بہت چھوٹی عمر میں شادیاں ہو جاتی ہوں تو میں معافی چاہتا ہوں۔ لیکن اگر یہ نہیں ہے تو کم سے کم ایک تعداد آپ کے یہاں ایسی نکلے گی جو ابھی اس مرحلہ سے گذری نہ ہوگی۔ پہلے آپ نمونہ قائم کریں۔ صاف کہہ دیں کہ ہمیں کچھ لینا دینا نہیں۔ ہم نمونہ قائم کرنا چاہتے ہیں ہم بالکل سنت نبویؐ کے مطابق نکاح کرنا چاہتے ہیں۔

ہمارے خاندان میں (اللہ کے فضل سے ہمارے خاندان کو بہت کچھ ملا تھا) متعدد ایسے واقعات ہیں۔ حضرت سید کے نواسے سید محمد عمران ٹونک کی مسجد میں کھڑے ہوئے کہ صاحبو! ذرا ٹھہر جاؤ۔ محمد یوسف کا کسی بیٹے یا بھتیجے کا نام لیا اس کا نکاح ہونے والا ہے۔ کسی کو خبر نہیں ہے عزیزوں کو۔ خود گھر والوں کو خبر نہیں ہے کوئی جوڑا بھی پہن کر نہیں آیا۔ خود نکاح پڑھا یا۔ اس کے بعد رخصتی ہوئی اور دو چار دس بیس آدمیوں کو بلا لیا ولیمہ کے لئے۔

بار بار ایسا ہوا ہے۔ حضرت سید صاحب کی جماعت میں تو ایسے بہت سے واقعات ہیں۔

حافظ محمد ولی صاحب سے جناب وجیہہ الدین صاحب نے کہا کہ آپ کا بھتیجا اتنا بڑا ہو گیا ہے آپ کی لڑکی کی بھی کافی عمر ہو گئی ہے۔ تو شادی ہو جائے۔ انہوں نے جواب دیا بہت ٹھیک ہے۔ کہا، کب۔ کہا اس جمعہ کو ہو جائے اعلان ہو جائے، کچھ نہیں سب کام چپ چاپ ہو گا۔

دہلی میں سیرت کی تقریر تھی۔ کافی مجمع تھا۔ میں نے مسلمانوں سے کہا آپ اس امت میں ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم وما کان اللہ معذبہم وھم یستغفرون۔

ہم اس قابل نہیں۔ ہم خاک پا کی طرح بھی نہیں۔ لیکن یقیناً ہم اس نبی کی امت ہیں۔ جن کے وجود گرامی کے ساتھ عذاب نہیں آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے صاف کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں آ سکتا جب تک آپ اس دنیا میں ہیں۔ آج آپؐ اس ناسوتی دنیا میں نہیں ہیں لیکن ان کی امت تو ہے۔ اتنی بڑی تعداد میں جس ملک میں امت موجود ہو اس میں ایسا اندھیر ہو رہا ہے۔ اس میں ایک ماہ میں ایک سو اسی لڑکیاں دلی میں جلا دی جاتی ہوں۔ یہ میں نے قومی آواز میں پڑھا۔ جو کانگریس کا اخبار ہے۔ اور سارے ہندوستان میں ہو رہا ہے۔ ابھی کل ہی میں نے انگریزی اخبار میں جہاز میں آتے ہوئے پڑھا کہ مہاراشٹر میں کسی ماں کو پھانسی دے دی گئی کہ کسی نوجوان نے اپنی ماں یا باپ کی مدد سے بیوی کو جلا دیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اسکوٹر نہیں ملا۔ تم جینے کے قابل نہیں ہو۔ تم کو مار ڈالیں گے، تم نکل جاؤ۔ گلا گھونٹ دیں گے اللہ تعالیٰ کیسے اس کو پسند فرما سکتا ہے۔ اس کے خلاف مہم چلانے کی ضرورت ہے اور اگر آپ فارغین یہ طے کر لیں کہ ہم اپنے علاقہ میں یہ مہم چلائیں گے۔ عہد لو۔ قسمیں لو۔ حلف لو۔ قرآن مجید ہاتھ میں دو۔ جو بھی ذریعہ ہو سکتا ہے مسلمانوں کو